سوال

(394)گم شدہ خاوند کی بیوی کتنا عرصہ انتظار کرے گی

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگر کسی شادی شدہ عورت کا خاوند گم ہوجائے تو اسے کتنا عرصہ انتظار کرنا ہوگا، قرآن وحدیث کے مطابق وہ کتنی دیر تک عقد ثانی نہیں کر سکتی؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

گم شدہ خاوند کی بیوی کے متعلق ایک حدیث بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لاپتہ شوہر کی بیوی اس وقت تک اس کی بیوی ہی رہے گی جب تک گم شدہ آدمی کے متعلق کوئی واضح اطلاع نہ موصول ہوجائے۔'' [1]

لیکن یہ روایت ناقابل حجت اور بے کار ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن شر جبیل صدانی نامی ایک راوی ہے جسے محدثین نے متروک قرار دیا ہے نیز وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے منکر اور باطل روایات کرنے میں مشہور ہے۔ اس کے علاوہ آگے بیان کرنے والا اس کا شاگرد ''سوار بن مصعب'' بھی اسی قسم کا ہے البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس طرح کا ایک معاملہ آیا تو انہوں نے فرمایا: ''لاپتہ شوہر کی بیوی چار سال تک انتظار کرے پھر شوہر کے فوت ہونے کی عدت چار ماہ دس دن گزارے، اس کے بعد اگر چاہے تو شادی کر سکتی ہے۔'' [2]

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی موقف کو اختیار کیا تھا اور اس کے مطابق فیصلہ دیا تھا۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی موقف ہے۔ [4]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان ایک سال تک انتظار کرنے کی طرف معلوم ہوتا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں ایسے شخص کے متعلق عنوان بایں الفاظ قائم کیا ہے: ''گم شدہ خاوند کی بیوی اور اس کے مال ومتاع کا حکم'' [5]

لیکن آپ نے واضح طور پر دو ٹوک الفاظ میں کوئی فیصلہ نہیں کیا البتہ پش کردہ آثار واحادیث سے آپ کا رجحان معلوم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت سعید بن مسیب کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے کہ جب کوئی سپاہی میدان جنگ میں گم ہوجائے تو اس کی بیوی ایک سال تک انتظار کرے، نیز آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ انہوں نے کسی سے ادھار لونڈی خریدی پھر لونڈی کا مالک گم ہوگیا تو انہوں نے ایک سال تک اس کا انتظار کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا رجحان بیان کرنے کے لئے

حدیث لقطہ بیان کی ہے کہ اگر کسی کو گراپڑا سامان ملے تو وہ اس کا سال بر اعلان کرے۔[6]

ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گم شدہ خاوند کی بیوی کے لئے انتظار کا وقت ایک سال مقرر کیا جاسکتا ہے موجودہ احوال و ظروف اور ذرائع مواصلات کے پیش نظر یہ موقف انتہائی قرین قیاس ہے۔ ہمارے نزدیک بھی ایک سال کا انتظار کافی معلوم ہوتا ہے بصورت دیگر قدیم فتویٰ چار سال والا تو اپنی جگہ جمہور علمائے اسلام اور مقتیانِ کرام کے ہاں رائج چلا آرہا ہے لیکن عقد نکاح کوئی کچا دھاگہ نہیں کہ جسے آسانی سے توڑ دیا جائے اور یہ ایک ایسا حق ہے جو خاوند کے لئے لازم ہو چکا ہے، اس بناء پر اس عقد نکاح کو کھولنے کا مجاز عورت کا خاوند ہے جو گم ہو چکا ہے۔ اب دفع مضرت کے لئے عدالت، خاوند کے قائم مقام ہوگی اور اس نکاح کو فسخ قرار دینے کی مجاز ہوگی، جیسا کہ خلع وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک گم شدہ خاوند سے خلاصی کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ عورت فیملی کورٹ کی طرف رجوع کرے، رجوع سے قبل جتنی مدت گزر چکی ہو گی اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ہمارے ہان بعض عورتیں مدت درازتک انتظار کرنے کے بعد عدالت کے نوٹس میں معاملہ لائے بغیر یا اس کا فیصلہ حاصل کرنے سے قبل محض فتویٰ لے کر آگے نکاح کرلیتی ہیں، ان کا یہ اقدام نکاح انتہائی محل نظر ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت عدالت کے نوٹس میں لائے بغیر اپنے مفقود شوہر کا چار سال تک انتظار کرے تو کیا اس مدت کا اعتبار کیا جائے گا تو آپ نے جواب دیا: ''اگر وہ اس طرح بیس سال بھی گزارے تو بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔''[7]

اس بنا پر ضروری ہے کہ جس عورت کا خاوند لاپتہ ہو جائے تو وہ فوری طور پر عدالت کی طرف رجوع کرے پھر اگر عدالت اس تیجہ پر پہنچے کہ واقعی اس کا خاوند گم شدہ ہے تو وہ اسے ایک سال تک انتظار کرنے کا حکم دے گی۔ اگر اس مدت تک اس کا شوہر نہ آئے تو ایک سال کے اختتام پر عدالت فسخ نکاح کی ڈگری جاری کرنے کی مجاز ہوگی۔ عدالت کے فیصلے کے بعد عورت اپنے شوہر کو مردہ تصور کر کے عدتِ وفات یعنی چار ماہ دس دن گزارے گی۔ اس کے بعد نکاح ثانی کرنے کی مجاز ہوگی۔ اگر عدالت بلاوجہ معاملہ کو طول دے اور عورت مجبور ہو کر صبر نہ کرسکے تو مسلمانوں کی ایک جماعت تحقیق کر کے اس کے گم شدہ خاوند کے متعلق فیصلہ کرے، ایسے حالات میں پنچائتی فیصلہ بھی عدالت مجاز کا فیصلہ ہی تصور ہوگا۔ (واللہ اعلم)

---

[1] دار قطنی ص ۳۱۲ ج ۳۔

[2] بیہقی ص ۴۴۵ ج ۷۔

[3] مصنف عبدالرزاق ص ۸۵ ج ۷۔

[4] بیہقی ص ۴۴۵ ج ۷۔

[5] صحیح بخاری، الطلاق باب نمبر: ۲۲۔

[6] صحیح بخاری، الطلاق: ۵۲۹۲۔

[7] المدونۃ الکبریٰ ص ۹۳ ج ۲۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد4۔ صفحہ نمبر: 347

محدث فتویٰ